غیر مسلموں کے ساتھ کاروباری تعلقات کی شرعی حیثیت

﴿سید جلال الدین عمری﴾

اسلام نے انسان کی زندگی کے لئے حلال و حرام کے حدود مقرر کر دیئے ہیں۔ ان حدود کے دائرے میں تجارت، کاروبار اور لین دین بھی آتا ہے۔ ایک مسلمان تو ان حدود کا لازماً پابند ہوگا لیکن غیر مسلم سے اس کی توقع نہیں کی جاسکتی۔ وہ ان سے آزاد ہو سکتا ہے۔ مثال کے طور پر شراب اسلام کے نزدیک حرام ہے، اس کے پینے، پلانے، کشید اور تیار کرنے، اس کی خرید و فروخت، اسے ایک جگہ سے دوسری جگہ لانے لے جانے ہر چیز کی اس نے ممانعت کی ہے۔ اسی طرح خنزیر کو وہ ناپاک قرار دیتا ہے اور اس کے گوشت ہی سے نہیں اس کی کسی بھی چیز سے فائدہ اٹھانے کی اجازت نہیں دیتا۔ ایک مسلمان کے لئے اس طرح کے تمام محرمات کا کاروبار یا لین دین ناجائز ہے، وہ براہِ راست ہی نہیں بالواسطہ بھی اس میں شریک نہیں ہو سکتا۔ سوال یہ ہے کہ جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے حلال ٹھہرایا ہے ان کی تجارت یا مالی لین دین غیر مسلم سے ہو سکتا ہے یا نہیں جب کہ وہ جائز و ناجائز کی پابندی سے آزاد ہے اور اس کے ذرائع آمدنی حلال و حرام دونوں طرح کے ہیں؟ احادیث سے اس کے جواز کا ثبوت ملتا ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اشتریٰ طعاماً من یہودی الیٰ اجل ورھنہ درعہ من حدید۔ (۱)

۱۔ بخاری، کتاب البیوع، باب شراء النبی ﷺ بالنسیء، مسلم، کتاب المساقاۃ والمزارعۃ باب الرہن و جوازہ فی الحضر والسفر، اسی مفہوم کی روایت حضرت انسؓ سے بھی مروی ہے۔ ملاحظہ ہو: بخاری حوالہ سابقہ،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی سے ایک مدت کے لئے غلہ خریدا اور اس کے پاس اپنی لوہے کی ذرہ رہن رکھی۔

حضرت عائشہؓ کی ایک اور روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حیات مبارکہ کے آخری دور کا واقعہ ہے۔ فرماتی ہیں:

تو فی رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم و درعہ مرھونۃ عند یھودی بثلاثین صاعامن شعیر۔ (۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات اس حال میں ہوئی کہ آپ کی ذرہ ایک یہودی کے ہاں تیس صاع جو کے عوض رہن تھی۔

اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے علامہ حافظ ابن دقیق العید، احکام الاحکام، میں فرماتے ہیں:

(الحدیث) دلیل علی جواز معاملۃ الکفار و عدم اعتبار الفساد فی معاملتھم۔

یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ کفار سے معاملہ کرنا جائز ہے اور یہ کہ ان کے آپس کے معاملات کے فساد کا اعتبار نہیں کیا جائے گا،

اس کے محشی اور تعلیق نگار، صاحب عمدہ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ کفار سے اس بحث کی ضرورت نہیں ہے کہ وہ خنزیر کا کاروبار کرتے ہیں یا سود کھاتے ہیں یا یہ کہ ان کے پاس مال کیسے آیا؟ اسلامی ریاست ان سے جزیہ لے گی اس کے بعد ان سے بیع وشراء اور خرید و فروخت کا معاملہ اسی طرح کرے گی جیسے ان کے پاس حلال مال ہو۔ الا یہ کہ اس کے خلاف کوئی ثبوت مل جائے۔(۲)

۱۔ بخاری، کتاب الجہاد، باب ماقیل فی درع النبی و القمیص فی الحرب، یہی بیان حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا بھی ہے۔ فرماتے ہیں۔قبض النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم ودرعہ مرھونۃ عند رجل من یھود علی ثلاثین صاعاً من شعیر أخذھارزقالعیالہ مسند احمد مرویات ابن عباس حدیث نمبر ۲۱۰۹ ج ۳ ص ۳۵۵، نسائی، کتاب البیوع، مبایعۃ اہل الکتاب،

۲۔ احکام الاحکام: ۳/ ۱۹۶۔۱۹۷،

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں۔ اس حدیث سے کئی باتیں نکلتی ہیں۔ ﴿۱﴾ کفار سے معاملہ کرنا جائز ہے بشرطیکہ جس چیز کا معاملہ کیا جارہا ہے وہ حرام نہ ہو۔ اس میں ان کے عقائد کے فساد اور ان کے آپس کے معاملات کے غلط ہونے کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ ﴿۲﴾ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ غیر مسلم اگر حربی نہیں ہے تو اسے ہتھیار فروخت کئے جاسکتے ہیں اور اس کے پاس رہن رکھا جاسکتا ہے۔ ﴿۳﴾ اس سے یہ ثبوت بھی ملتا ہے کہ ذمیوں کی املاک ان کے ہاتھوں میں رہے گی۔ (اس پر قبضہ نہیں کیا جائے گا)(۱)

حضرت عبدالرحمٰن بن ابو بکرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہم لوگ موجود تھے کہ ایک مشرک جو پراگندہ بال اور دراز قد تھا کچھ بکریاں لے کر پہنچا آپ ﷺ نے اس سے سوال کیا کہ کیا یہ فروخت کے لئے ہیں یا تحفہ ہیں؟ اس نے کہا فروخت کے لئے ہیں۔ آپ ﷺ نے اس سے ایک بکری خریدی۔ (۲)

اس حدیث سے بھی مشرکین سے خرید و فروخت کا ثبوت ملتا ہے۔ محدث ابن بطال اس کے ذیل میں کہتے ہیں کہ کفار کے ساتھ معاملہ جائز ہے۔ سوائے اس کے کہ ایسی بیع ہو جس سے اہل حرب مسلمانوں کے خلاف فائدہ اٹھائیں۔

حافظ ابن حجر اس قول کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ اس سے ایک تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ غیر مسلم کی بیع جائز ہے دوسرے یہ کہ جو چیز اس کی ملکیت میں ہے وہ اسی کے پاس باقی رہے گی۔ (۳)

علامہ ابن عربی مالکی نے اس مسئلہ پر تفصیلی بحث کی ہے۔ وہ حضرت عمرؓ کا ایک فرمان نقل کرتے ہیں کہ ذمیوں سے شراب بطور جزیہ نہیں لی جائے گی لیکن اگر وہ اسے اپنے لوگوں میں فروخت کر کے جزیہ ادا کریں تو قبول کر لیا جائے گا۔ اس کے بعد فرماتے ہیں:

والحاسم لداء الشك و الخلاف اتفاق الائمة على جواز

۱۔ فتح الباری: ۵/۱۴۱، یہی استدلالات علامہ بدر الدین عینی کے ہاں بھی موجود ہیں۔ عمدۃ القاری: ۱۰/۳۹۴۔۳۹۵، نیز ملاحظہ ہو۔ نووی: شرح مسلم ج ۴ جز ۱۱، ص ۴۰،

۲۔ بخاری، کتاب البیوع، باب الشرأو البیع مع المشرکین واہل الحرب،

۳۔ فتح الباری: ۴/۴۱۰، نیز دیکھی جائے عینی: ۱۰/۱۱،

التجارة مع اهل الحرب۔ (۱)

شک کی بیماری اور اختلاف کو ختم کرنے والی بات یہ ہے کہ ائمہ کا اس پر اتفاق ہے کہ اہل حرب سے تجارت ہو سکتی ہے۔

غیر مسلم کے کاروباری حقوق:

اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کو کیا کاروباری حقوق حاصل ہوں گے اور ان پر کتنی پابندیاں ہوں گی اس کا جواب فقہ میں یہ دیا گیا ہے۔

واهل الذمة فی البیاعات کا لمسلمین۔

تجارت اور کاروبار میں ذمی بھی مسلمانوں کی طرح ہیں (ان کے درمیان فرق نہیں کیا جائے گا)۔

اس کی تائید میں یہ حدیث پیش کی گئی ہے:

انّ لهم ما للمسلمین و علیهم ما علیٰ المسلمین۔ (۲)

ذمیوں کو وہ تمام حقوق حاصل ہوں گے جو مسلمانوں کو حاصل ہیں ان پر وہ پابندیاں بھی ہوں گی جو مسلمانوں پر ہیں۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ اسلامی ریاست کے اندر وہ کوئی سودی کاروبار نہیں کر سکتے، اس لئے کہ اسلام کے نزدیک سود اور اس کی تمام شکلیں ناجائز ہیں۔ البتہ خنزیر اور شراب کے بارے میں کہا گیا ہے کہ ذمی آپس میں ان کی تجارت کر سکتے ہیں۔ اس کی دلیل میں حضرت عمرؓ کا وہ قول پیش کیا گیا ہے جسکا ابھی ذکر ہوا کہ جب انہیں معلوم ہوا کہ جزیہ میں ذمیوں سے شراب اور خنزیر بھی لئے جاتے ہیں اور پھر انہیں فروخت کر دیا جاتا ہے تو آپ نے اس سے منع کیا اور فرمایا کہ اگر ذمی اسے (دوسرے ذمیوں کو) فروخت کریں اور اس کی قیمت سے جزیہ

۱۔ احکام القرآن: ۱/ ۲۱۴۔

۲۔ ہدایہ: ۳/ ۱۰۳، امام زیلعی فرماتے ہیں ایسی کوئی حدیث میرے علم میں نہیں ہے۔ نصب الرایه الاحادیث الهدایة: ۴/ ۵۵۔

ادا کریں تو یہ قبول کیا جاسکتا ہے۔(۱) اس لئے کہ مسلمانوں کا خنزیر اور شراب فروخت کرنا، چاہے وہ ذمیوں ہی کو فروخت کریں ناجائز ہے، البتہ ذمی اپنے درمیان اس کا معاملہ کر سکتے ہیں۔

فقہ حنفی میں کہا گیا ہے کہ کافر شراب فروخت کر کے مسلمان کا قرض ادا کرتا ہے تو مسلمان کے لئے اسکا لینا جائز ہے، اس لئے کہ شراب اس کے نزدیک قیمت رکھتی ہے۔ اس کی بیع اس کے لئے صحیح ہے۔ اس کے برخلاف مسلمان اگر شراب فروخت کر کے کسی کا قرض ادا کرے تو یہ ناجائز ہوگا اس لئے کہ اس کے نقطۂ نظر سے شراب مال متقوم نہیں ہے۔ اس کی کوئی قیمت نہیں ہے۔(۲)

اس کا مطلب یہ ہے کہ سود کی ممانعت کو ملکی قانون کی حیثیت حاصل ہوگی البتہ شراب کی یہ حیثیت نہ ہوگی۔ غیر مسلموں کو اس کے استعمال کی اجازت ہوگی اور وہ اپنے درمیان اس کی خرید و فروخت بھی کر سکیں گے۔ یہی معاملہ خنزیر کی فروخت اور اس سے بنی ہوئی اشیاء کا ہوگا۔ لیکن اگر اسلامی ریاست شراب کے استعمال کو ملکی قانون کی رو سے ممنوع قرار دینا چاہے تو ہمارے خیال میں اسے اس کا حق ہوگا۔ اس صورت میں غیر مسلموں کو بھی اس کے استعمال کی اجازت نہ ہوگی۔

کاروبار میں شرکت:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ مسلمان کی یہودی کے ساتھ کاروباری شرکت ہو۔ امام شافعیؒ نے یہودی یا نصرانی کے ساتھ مشارکت کو مطلقاً ناپسند کیا ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ وہ سودی کاروبار کرتے ہیں اسی طرح ان کے مال میں شراب اور خنزیر کی آمدنی بھی شامل ہوتی ہے۔ امام مالک اور امام احمد اور سفیان

۱۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: ہدایہ مع فتح القدیر: ۵/ ۳۶۰، حضرت عمرؓ کے قول کے حوالے کے لئے دیکھی جائے: نصب الرایہ الاحادیث الہدایہ: ۴/ ۵۵،

۲۔ ہدایہ: ۴/ ۴۵۴،

☆ تخصیص العام بالنیة مقبولة دیانة لا قضاء ☆

ثوری فرماتے ہیں کہ اگر کاروبار میں مسلمان کی مؤثر شرکت ہو تو اسے سود سے پاک رکھا جاسکتا ہے، اس کے بغیر شرکت صحیح نہ ہوگی۔ جمہور کے نزدیک غیر مسلموں کے ساتھ کاروبار میں شرکت جائز ہے۔اس کی دلیل وہ حدیث ہے جو حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر (کی فتح کے بعد) یہود کو اس شرط کے ساتھ مقبوضہ زمین پر کاشت کی اجازت دی کہ انہیں پیداوار کا نصف ملے گا۔(۱)

جب کھیتی باڑی اور کاشت کاری میں شرکت جائز ہے تو دوسرے معاملات میں بھی اس کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ ان سے جزیہ لیا جاتا ہے جب کہ ان کے اموال شرعی نقطۂ نظر سے بالکل پاک نہیں ہوتے اس کا ایک حصہ ناپاک ہوتا ہے۔(۲)

صحیح بات یہ ہے کہ لین دین اور کاروبار میں غیر مسلموں کے ساتھ شرکت کو اسلام نے روا رکھا ہے۔ کاروبار اگر ناجائز نہ ہو تو غیر مسلم اور مسلم کے درمیان مشارکت ہوسکتی ہے۔

اجرت پر غیر مسلم کی خدمت:

جائز کاموں میں اجرت پر غیر مسلم کی خدمات شخصی طور پر بھی حاصل کی جاسکتی ہیں۔ آگے یہ بحث تفصیل سے آئے گی کہ اسلامی ریاست بھی ان کی خدمات سے بالمعاوضہ فائدہ اٹھاسکتی ہے۔ یہاں اس کے بالکل برعکس پہلو کا ذکر ہو رہا ہے۔ وہ یہ کہ کوئی مسلمان اجرت پر کسی غیر مسلم کی خدمت کرسکتا ہے یا نہیں؟

احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ غیر مسلم کی خدمت کرنا اور اس پر اجرت حاصل کرنا صحیح ہے اور یہ ایک جائز اجرت ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر فاقہ کی کیفیت تھی۔ حضرت علیؓ کو اس کی اطلاع ملی تو وہ کسی کام کی تلاش میں نکلے تاکہ اس

۱۔ بخاری، کتاب الشرکۃ، باب مشارکۃ الذمی والمشرکین فی المزارعۃ،

۲۔ ملاحظہ ہو: ابن قدامہ، المغنی: ۷/ ۱۰۹۔۱۱۰، ابن حجر، فتح الباری: ۵/ ۱۳۵،

کی آمدنی سے آپ ﷺ کے لئے کھانے کا سامان کر سکیں۔ ایک یہودی کے باغ میں پہنچے۔ اس کی سنچائی کی۔ سترہ ڈول کھینچے اور ہر ڈول پر ایک عمدہ کھجور ملی۔ اسے لے کر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ (۱)

ایک اور روایت میں ہے کہ ایک انصاری نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ (آج) میں آپ ﷺ (کے چہرہ) کا رنگ متغیر دیکھ رہا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا بھوک کی وجہ سے ہے۔ وہ گھر پہنچے لیکن وہاں کوئی چیز نہ تھی۔ وہ باہر تلاش میں نکلے تو دیکھا کہ ایک یہودی اپنے باغ میں آب پاشی کر رہا تھا۔ انصاری نے یہودی سے پوچھا کہ کیا میں اسے سیراب کر دوں؟ اس نے کہا، اچھا انہوں نے کہا ہر ڈول پر ایک کھجور دینی ہوگی۔ نہ تو زیادہ پکی ہوگی نہ کچی بلکہ عمدہ ہوگی۔ اس نے مان لیا۔ انہوں نے اس طرح دو صاع کھجور حاصل کئے۔ اسے آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا۔ (۲)

یہ مدنی دور کے واقعات ہیں۔ مکہ میں بھی اس کا ثبوت ملتا ہے۔

حضرت خباب بیان کرتے ہیں کہ میں ایک لوہار تھا۔ میں نے مکہ میں عاص بن وائل کا کام کیا۔ میری اجرت اس کے پاس جمع ہوگئی۔ میں نے اس کا تقاضا کیا تو اس نے کہا قسم خدا کی میں اس وقت تک ادا نہیں کروں گا جب تک کہ تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت) کا انکار نہ کرو۔ میں نے کہا قسم خدا کی تمہارے مر کر دوبارہ زندہ ہونے تک بھی یہ نہیں ہوگا۔ اس نے سوال کیا کہ کیا مرنے کے بعد میں دوبارہ زندہ ہو کر اٹھوں گا؟ میں نے جواب دیا، ہاں یہ ہوگا۔ اس نے کہا کہ اگر ایسا ہو تو اس وقت میرے پاس مال اور اولاد سب ہی کچھ ہوگا۔ تمہارا قرض بھی ادا کر دوں گا۔ (۳)

۱۔ ابن ماجہ، کتاب الرہون، باب الرجل یستقی کل ولو بتمرۃ،

۲۔ ایضاً، ان دونوں احادیث میں کسی قدر ضعف ہے۔ لیکن فقہاء نے ان سے استدلال کیا ہے۔

۳۔ بخاری کتاب الاجارہ، باب ہل یو اجرالرجل نفسہ من مشرک فی ارض الحرب، فقہ حنفی میں اس کی بھی اجازت ہے کہ مسلمان کنیسہ کی تعمیر میں اجرت پر کام کرے۔ (ردالمحتار علی الدر المختار ۵/ ۳۴۴-۳۴۵) اس پر بعض دوسرے پہلوؤں سے گفتگو ہو سکتی ہے۔

☆ درء المفاسد اولی من جلب المصالح ☆

اس حدیث کے ذیل میں محدث مہلّب کے حوالہ سے حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:

کره اهل العلم ذٰلك الالضرورة بشرطين ۔ احد هما ان يكون عمله في مايحل للمسلم فعله ولاخران لا يعينه على مايعود ضرره على المسلمين ۔ (۱)

اہلِ علم نے اجرت پر غیر مسلم کا کام کرنے کو ناپسند کیا ہے۔ ہاں مجبوری ہو تو دو شرطوں کے ساتھ یہ جائز ہوگا۔ ایک یہ کہ غیر مسلم جو کام لے اس کا کرنا مسلمان کے لئے حلال ہو۔ دوسرے یہ کہ وہ کسی ایسے کام میں اس کی معاونت نہ کرے جس کا نقصان بالآخر مسلمان کو پہنچے۔

اس کے ناپسندیدہ ہونے کا جہاں تک تعلق ہے ایک خوددار قوم شاید دوسروں کی غلامی اور نوکری کو پسند نہیں کرے گی۔ جن شرائط کے ساتھ اس کی اجازت دی گئی ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ غیر مسلم کا جو بھی کام کیا جائے اسے اسلامی نقطۂ نظر سے ناجائز نہیں ہونا چاہئے۔ دوسرے یہ کہ مسلمانوں کا مفاد پیش نظر رہنا چاہئے۔ اس کے خلاف کوئی عمل نہیں ہونا چاہئے۔ یہ دونوں شرائط اس لئے رکھی گئی ہے کہ غیر مسلم ان کی رعایت نہیں کرے گا۔ وہ ان کے خلاف بھی کوئی خدمت لینے کی کوشش کرسکتا ہے۔ اس پہلو سے ان کی معقولیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔

ایک سوال یہ ہے کہ کیا کسی غیر مسلم کی ملازمت یا نوکری مسلمان کے لئے عار اور ذلت کا باعث ہے؟ اس کا جواب فقہ کی روشنی میں علامہ ابن المنیر نے یہ دیا ہے کہ مذاہب فقہ کا اس پر اتفاق ہے کہ مسلمان کاریگروں کا اپنی دکانوں میں بیٹھ کر ذمیوں کے لئے کام کرنا جائز ہے۔ اس میں ذلت کا کوئی پہلو نہیں ہے۔ اس کے برخلاف ایک مسلمان کا کسی ذمی کے گھر اس کی خدمت کرنا اور اس کی ماتحتی اختیار کرنا صحیح نہیں ہے۔ اس میں ذلت ہے۔ (۲)

۱۔ فتح الباری: ۴/۵۲۴،

۲۔ ایضاً،

امام احمد کے نزدیک اجرت پر کسی ذمی (غیر مسلم) کی ذاتی خدمت کرنا جائز نہیں ہے۔ امام شافعی سے اس کے جواز اور عدم جواز دونوں طرح کی روایات منقول ہیں۔ جواز کے حق میں یہ بات کہی گئی ہے کہ جب اجرت پر ذمی کا کوئی کام کرنا جائز ہے تو اس کی خدمت کو بھی جائز ہونا چاہئے۔ امام احمد کہتے ہیں اس کے اندر مسلمان کی تذلیل ہے اس لئے وہ ناجائز ہے۔ علامہ ابن قدامہ حنبلی نے لکھا ہے کہ ہمارے علم کی حد تک اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ مسلمان اجرت پر ذمی کا کوئی کام انجام دے۔ جیسے کپڑے کی سلائی یا دھ ئی۔ اسی طرح مدت متعین کے لئے کام کرنا بھی جائز ہے۔(۱)

اس میں ذمی کی بالواسطہ خدمت اور بلاواسطہ خدمت میں. فرق کیا گیا ہے۔ پہلی صورت کو جائز اور دوسری کو ناجائز کہا گیا ہے۔ مثال کے طور پر کوئی مسلمان ورزی، لوہار، بڑھئی، نان بائی یا کسی بھی قسم کا کاریگر ہے تو اس کا اپنی دکان کے ذریعے ذمیوں کی ضرورت پوری کرنا اور اس پر اجرت لینا صحیح ہے، البتہ ذمی کا شخصی ملازم اور خدمت گار بننا اس کے وقار کے منافی ہے۔

موجودہ دور میں معاشرہ کی اس طرح کی عمومی ضروریات بڑے بڑے اداروں، کارخانوں اور فیکٹریوں کے ذریعے پوری کی جاتی ہیں۔ یہ ادارے بالکل نجی اور شخصی بھی ہوتے ہیں لیکن بالعموم انہیں کئی کئی افراد کے گروپ چلاتے ہیں اور بعض ادارے قومی ملکیت میں. بھی ہوتے ہیں۔ ان میں فنی ماہرین ہوں یا عام محنت مزدوری کرنے والے سب ہی افراد ادارہ کے ملازم یا کارکن ہوتے ہیں۔ ادارہ اور کارکن دونوں کے حقوق بھی بڑی حد تک متعین ہوتے ہیں۔ اس میں شخصی خدمت میں ذلت کا جو تصور ہے وہ نہیں ہوتا۔ اس لئے ان اداروں کو چاہے مسلمان چلا رہے ہوں یا غیر مسلم ان میں کسی مسلمان کا ملازمت اختیار کرنا غلط یا پسندیدہ نہ ہوگا بشرطیکہ ادارے حرام چیز نہ پیدا کر رہے ہوں۔

۱۔ ابن قدامہ، المغنی: ۸/ ۱۳۵۔۱۳۶،